مکاتیب

(۱)

محترم جناب مدیر الشریعہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

محترم محمد زاہد صدیق مغل صاحب نے اپنے تین قسطوں پر مشتمل مضمون (اسلامی معاشیات...) پر پیش کیے گئے جائزے کا جواب (شمارہ فروری ۲۰۰۹) دیا ہے۔ اس سلسلے میں دو تین باتیں پیش خدمت ہیں۔

عرض کیا گیا تھا کہ صدیق مغل صاحب کی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پر تنقید میں بہت زیادہ شدت پائی جاتی ہے۔ ان کے انداز تحریر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جیسے ایک بلند پایہ علمی مرتبہ ومقام پر فائز شخص کسی معمولی علم رکھنے والے شخص پر سخت تنقید کر رہا ہو۔ اس پر صدیق مغل صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس پر معذرت خواہ اور توجہ دلانے کے لیے ان کے شکر گزار ہیں، لیکن ایسی معذرت پر دوبارہ غور فرما لیا جائے جس پر ساتھ ہی فرماتے ہیں، اگر امر واقعہ ایسا ہی ہے، اور پھر ساتھ ہی اپنی بات کا جواز بھی بتا دیتے ہیں (جیسے غلط بات کو پوری شد ومد کے ساتھ فروغ دیا جا رہا ہو تو اس کا رد عمل بھی اتنے ہی زوردار انداز میں کرنا ضروری ہو جاتا ہے)۔ اسی پر بس نہیں، حضرت مولانا کی علم معاشیات پر مہارت کو ہی تسلیم نہیں کرتے اور پھر ان کے اساتذہ کے نام لے کر ان کی اور ان کے شاگرد مولانا کی علمیت ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اس طرح کی باتوں کو یہاں زیر بحث لانا ہی شاید سنجیدگی کے خلاف ہو۔

اقتباسات نقل کر کے نشان دہی کی گئی تھی کہ زاہد صدیق مغل صاحب نے اپنے بیان کردہ معنی کہاں سے کس طرح سمجھ لیے ہیں اور کس طرح کیا معنی پہنا دیے ہیں۔ اس کا خود جواب دینے کے بجائے پھر نئی بات اور نئے سوالات پیدا کر کے ان کا جواب دوسروں سے مانگتے ہیں۔ جزوی نہیں، اصولی باتیں کی گئی تھیں کہ سرمایہ دارانہ نظام اور اس سے نکلے ہوئے ہر ہر ادارہ کے خاتمہ (انھیں شریعت کے مطابق بنانا ممکن نہیں ہے) کو مقصد قرار دے کر اسلامی اقتصادیات کا نقشہ تیار کرنا ان کا ہدف ہے، اس کی خود وضاحت کرنے کے بجائے نئے سوالات اٹھا کر دوسروں سے وضاحت طلب کرتے ہیں۔

عرض کیا گیا تھا کہ تین قسطوں پر مشتمل مکمل مضمون میں امام غزالیؒ کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرنے سے متعلق تعلیمات کا ذکر کیا گیا۔ پھر دوبارہ اقتباس نقل کر کے تحریر فرمایا گیا تھا ”ان تعلیمات کو بار بار پڑھیے اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کیجیے کہ اسلامی معاشیات اس میں کہاں فٹ ہوتی ہے“۔ عرض کیا گیا تھا کہ صرف ان باتوں کو سامنے رکھا گیا تو بازار ہی

بند ہو جائے گا۔ معیشت ہی نہیں رہے گی تو اسلامی بنانے کا مسئلہ ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔ صدیق مغل صاحب یہاں بھی اصل بات کی وضاحت کے بجائے اب بازار میں جانے کی سنتیں اور صنعتیں لگانے کے طریقوں کی نئی سے نئی بات چھیڑتے ہیں۔ ایسی بحثوں کو شروع کرنے کی کوشش کی نہ کوئی حد ہے نہ مقصد۔

عرض کیا گیا تھا کہ اسلامی دستور کے بارے میں ان کا نظریہ سب اکابر سے بالکل مختلف ومنفرد ہے۔ ان کی فکری فلسفیانہ باتوں کو سمجھنا کافی مشکل ہے۔ وہ قرارداد مقاصد (۱۹۴۹ء) منظور کرانے اور ۱۹۷۳ء کے دستور میں اسلامی شقوں کے شامل کرنے کو علما کی غلطی قرار دیتے ہیں، دستور کو اسلامی بنانے کی کوشش ہی کو سرے سے غیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ (۱۹۵۱ء میں اپنے وقت کے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی، شیعہ چوٹی کے ۳۱/ اکابر علما نے دستور کو اسلامی بنانے کے لیے متفقہ ۲۲ نکات تیار کیے۔ پھر بعد کے تمام اکابر علما آج تک یہ کوشش فرماتے رہے ہیں)۔ دستور کو اسلامی بنانے کے سلسلے میں مزید بہتری اور اس کے نفاذ میں رکاوٹوں کو دور کرنے کی بات تو کی جاتی ہے، لیکن صدیق مغل صاحب کی طرح کی بات تو شاید ہی کسی نے کی ہو۔

گزارشات ختم کرتے ہوئے عرض ہے کہ محترم جناب محمد زاہد صدیق مغل صاحب کی کسی بات پر مزید کچھ تحریر نہیں کیا جائے گا۔ اب تک کی گستاخی پر ان سے بہت زیادہ معذرت۔

پروفیسر عبدالرؤف
بالمقابل عیدگاہ۔ مظفر گڑھ

(۲)

محترم جناب مدیر 'الشریعہ'

السلام علیکم! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

ماہنامہ 'الشریعہ' میں غامدی صاحب کے تصور سنت کے دفاع میں ان کے شاگرد جناب منظور الحسن صاحب کا مضمون اور پھر اس پر اگلے شمارے میں جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کا تبصرہ پڑھا۔ مولانا راشدی صاحب کا یہ کہنا صد فی صد درست ہے کہ جب تک خود غامدی صاحب اپنے تصور سنت پر ہونے والے شدید اعتراضات کے دفاع میں قلم نہیں اٹھائیں گے، اس وقت تک مولانا ان کے کسی شاگرد کو کوئی جواب نہ دیں گے۔

راقم الحروف کی غامدی صاحب کے ساتھ ہونے والی ایک نشست میں کہ جس میں آپ سمیت کئی اور افراد بھی شامل تھے، غامدی صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ جناب منظور الحسن صاحب ان کے ترجمان نہیں ہیں اور نہ ہی وہ منظور صاحب کی تحریر کو اُون (own) کرتے ہیں۔ غامدی صاحب نے تو یہاں تک کہا تھا کہ وہ منظور صاحب کی تحریر اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ وہ کسی رسالے میں شائع ہو جاتی ہے۔

ہمارا اختلاف منظور الحسن صاحب سے نہیں ہے۔ ہم نے غامدی صاحب کے تصور سنت پر اعتراضات کیے ہیں۔ اگر تو اس کا دفاع غامدی صاحب کریں گے تو ہم جواب دیں گے، ورنہ تو اس بات میں الجھنے اور وقت ضائع کرنے کا ہمیں کوئی شوق نہیں ہے کہ جناب منظور الحسن صاحب نے غامدی صاحب کا فکر سمجھا ہے یا نہیں۔ جب ہم نے غامدی صاحب سے یہ